رجسٹرڈ انگلیش نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

شرح چندہ

سالانہ .... ۔۔۔

ششماہی .... ۔۔۔

سہ ماہی .... ۔۔۔

شرح چندہ

سالانہ .... ۔۔۔

ششماہی .... ۔۔۔

سہ ماہی .... ۔۔۔

قیمت پرانا پرچہ ۴ ر

قیمت فی پرچہ ۲ ر

جلد ۵ | ۲۱ ر تیر ۱۳۵۶ ف | ۱۳ ر جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ | ۲۶ ر مئی ۱۹۴۷ء شنبہ | نمبر ۶

صوبہ سرحد میں لیگ اور کانگریس کی کشمکش

از

وی بی کارنک

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کے قیام کی کیا اہمیت ہے؟ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ کانگریس نے اپنی پالیسی بدل دی؟ کیا یہ کانگریس اور حکومت کے مابین سمجھوتہ کا پہلا قدم ہے؟ اس کا تحریک آزادی پر کیا اثر پڑے گا؟ کیا کانگریسی وزارت صوبہ سرحد کے مسائل حل کر سکے گی؟ یہ وزارت کب تک برسر اقتدار رہ سکے گی؟ یہ اور اسی قبیل کے متعدد سوالات ہیں جو سیاسیات کے نزدیک پیدا ہوتے ہیں۔

کانگریسی لیڈروں سے یہ توقع تھی کہ وہ ان سوالات کا مستند جواب دیں گے۔ انہیں ایک کانفرنس میں ان سوالات کا جواب دینے کا موقع حاصل تھا جو اپریل کو پشاور میں منعقد ہوئی تھی۔ لیکن اس کانفرنس کی روئیداد کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ یہ کانفرنس بھی ایک طرح کا تماشہ تھی۔ یہ ایک مظاہرہ تھا جس کا مقصد لوگوں کے دلوں پر کانگریس کی قوت کو مرتسم کرنا اور انہیں کانگریسی لیڈروں پر ایمان لانے کی ترغیب دینا تھا۔ تقریروں میں جب اوضاع کا مظاہرہ کیا گیا لیکن اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی کہ کانگریس کی لیڈری یا جدید پالیسی کیا ہے؟ وقت یہ ہے کہ خود کانگریسی لیڈر نہیں جانتے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ وہ مختلف تدابیر اختیار کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ کونسی تدبیر کامیاب ہوگی۔ وہ قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ عہدے قبول کرنا مفید ہے یا نہیں یا ان کی پالیسی جب وہ برسر اقتدار ہوں گے کیا ہوگی۔ دلچسپ چیز تو یہ ہے کہ مسٹر گاندھی پارلیمانی سرگرمیوں کے مخالف ہیں لیکن ان لوگوں کے راستہ میں حائل ہونا نہیں چاہتے جو ۱۹۳۵ء کے دستور کے تحت عہدے قبول کرنا چاہتے ہیں۔ خان عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی بھی یہی راگ الاپ رہے ہیں۔ ڈاکٹر خان صاحب کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ وہ عہدے قبول کرنے کے خلاف تھے لیکن کانگریس اسمبلی پارٹی اور سرحد کے عوام نے انہیں عہدے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ عدم خلوص کی یہ فضا کانفرنس کی ساری کارروائیوں پر مسلط تھی۔ لہٰذا یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ مسٹر گاندھی کے تعمیری پروگرام کی تائید میں ایک قرارداد منظور کر دی گئی حالانکہ کوئی شخص اس پر عمل کرنے کا خیال تک نہیں کرتا۔

کوئی شخص اس بات کو باور نہیں کر سکتا کہ ڈاکٹر خان صاحب نے مسٹر گاندھی یا خان عبدالغفار خاں کی رضامندی کے بغیر وزارت قبول کی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو یہ یقین نہیں ہے کہ یہ تجربہ کامیاب ہوگا۔ اس تجربہ کا مقصد دوگونہ ہے۔ ایک تو حکومت پر کانگریس کی نیک نیتی جتانا تھا تاکہ اس طرح کوئی سمجھوتہ ہو جائے اور دوسرے یہ کہ عوام کی گنتی ہوئی تائید پھر حاصل کر لی جائے۔ چونکہ کانگریسی لیڈروں کو یقین نہیں ہے کہ وہ ان دو مقاصد کو حاصل کر سکیں گے اس لئے ان کی روش میں یہ تضاد پیدا ہو گیا ہے۔ بعض لوگ پارلیمانی سرگرمیوں میں حصہ لیں گے اور بعض لوگ اس سے بالکل الگ رہیں گے۔ کیونکہ اگر پارلیمانی سرگرمیاں ناکام ہو گئیں تو دوسرا گروہ کانگریس کے وقار کو متاثر کئے بغیر کانگریس کو چالو رکھ سکے گا۔

صوبہ سرحد میں ڈاکٹر خان صاحب کی جماعت پارلیمانی سرگرمیوں کی حامی ہے اور خان عبدالغفار خاں کی جماعت اس کے خلاف ہے۔ یہ اختلافات بہت شدید ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ سرحد میں کانگریس کا وجود ضروری ہے یا غیر ضروری۔ اس صوبہ کے باہر بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ سرخ قمیصوں کی جماعت کو کانگریس سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ایک مستقل اور علیحدہ ادارہ ہے جو کانگریس کے تحت نہیں ہے گو کانگریس سے ربط رکھتا ہے اس جماعت کے اکثر ارکان کانگریس میں شریک نہیں ہیں اور بعض مقامات پر تو ان ارکان کو کانگریس کی شرکت سے ممنوع کیا گیا ہے۔ اب جو سوال پیدا ہو گیا ہے یہ ہے کہ آیا صوبہ سرحد میں کسی کانگریسی ادارہ کا قیام ضروری اور مفید ہے؟ یہ سوال خان عبدالغفار خاں نے اٹھایا ہے اور ان کی رائے میں کانگریسی ادارہ کا وجود بالکل غیر ضروری ہے۔ اس سوال پر حالیہ سیاسی کانفرنس میں صوبہ سرحد کی کانگریس کمیٹی میں کافی بحث کی گئی۔ صوبہ سرحد میں کانگریس کمیٹیاں تشکیل دینے سے متعلق لوگ مختلف الرائے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خان عبدالغفار خاں کو کانگریس کمیٹیوں کے خلاف دو وجوہات ہیں۔ اولاً یہ کہ وہ کسی قسم کی جمہوریت گوارا نہیں کر سکتے۔ وہ ایک عسکری تنظیم

بقیہ ملاحظہ صفحہ (۷)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵ | ۲۱ اپریل سنہ ۵۲ء | نمبر ۶

ہندوستان کی صنعتی تنظیم

حیدرآباد کا موقف کیا ہوگا؟

یورپ کی جنگ کے اختتام سے چند ہفتے قبل برطانیہ کے کارخانہ داروں نے اعلان کیا کہ وہ صنعتوں کو اسلحہ جنگ سے اسباب امن پر منتقل کرنے آمادہ ہیں اور ایک تبصرہ شائع ہوئی کہ برطانیہ امریکی مسابقت کی پرواہ کئے بغیر قبل جنگ مقدار سے پچاس فی صد زیادہ مال جیہ برآمد کرنے تیار ہے۔ اس خبر کی اشاعت سے ہندوستان میں صنعتی مستقبل سے متعلق تشویش پیدا ہوگئی اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ بیرونی اشیاء کی درآمد ہندوستانی صنعتوں کو ابھرنے نہ دے گی اور بعض حلقوں میں یہ اندیشہ بھی پیدا ہوگیا کہ شاید بمبئی پلان کو عمل میں لایا جائے گا۔ ایسے موقع پر حکومت ہند نے ایک اعلان کے ذریعہ ہندوستان کی صنعتوں سے متعلق اپنی پالیسی کی وضاحت کردی۔

اس اعلان میں حکومت ہند نے یقین دلایا ہے کہ وہ ہندوستان کو صنعتی بنانے کی پوری کوشش کرے گی اس مقصد کے لئے صوبہ جات اور ریاستوں سے مرکزی حکومت نے مشورہ کیا ہے اور ان کے آراء حاصل کئے ہیں۔ اس اعلان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کونسی کلیدی صنعتوں کو حکومت کے قبضہ میں رکھا جائے گا اور کونسی صنعتوں کو خانگی سرگرمیوں کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ ذیل میں ان اہم اجزاء کو درج کیا جاتا ہے جن پر حکومت ہند کی پالیسی مبنی ہے:۔

(۱) اہم صنعتوں کے نشو و نما کے لئے قانون کے ذریعہ ان صنعتوں کو صوبوں کے دائرہ عمل سے ہٹا کر مرکزی حکومت کے تحت کیا جائے گا۔

(۲) صنعتی نشو و نما کے مقاصد یہ ہوں گے ملک کی قومی دولت میں اضافہ کرنا، دفاع کے لئے ملک کو بہتر طریقہ پر تیار کرنا۔ بیروزگاری کو دور کر کے روزگار میں استحکام پیدا کرنا۔ حکومت کی پالیسی کا یہ بنیادی اصول ہے کہ صنعتی نشو و نما سے جو مزید دولت پیدا ہوگی اس کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا جو سماجی اعتبار سے موزوں ہو۔

(۳) عدم مداخلت کی پالیسی ترک کردی جائے گی۔

(۴) بنیادی صنعتوں کے نشو و نما کو تقدم حاصل ہوگا۔ منصوبہ بندی میں ایسا توازن رکھا جائے گا کہ اشیائے صرف تیار کرنے والی صنعتوں کو مناسب جگہ حاصل رہے۔

(۵) طویل المیعاد تامینی پالیسی زیر غور ہے مگر اہم جنگی صنعتوں کی تامین روبہ عمل لائی جائے گی۔

(۶) ریلوے اور جنگی کارخانے پہلے ہی سے حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ قوت برقی کی تولید جہاں تک ممکن ہو حکومت کے قبضہ میں رکھی جائے گی۔ دوسری بنیادی صنعتوں کو حکومت کے قبضہ میں لایا جائے گا بشرطیکہ خانگی سرمایہ دار مناسب سرمایہ لگانے پر آمادہ نہ ہوں۔ خاص خاص صورتوں میں خانگی ایجنسی کے ذریعہ سرکاری ملکوں صنعتیں چلائی جائیں گے۔ باقی دیگر صنعتوں کو خانگی سرگرمیوں کے لئے چھوڑ دیا جائے گا اور بلحاظ حالات ان پر نگرانی رکھی جائے گی۔

(۷) حکومت ان امور کی تکمیل کرے گی جو صنعتی نشو و نما کے لئے ضروری ہیں جیسے حمل و نقل کی سہولتیں، برقی قوت کی تولید، معدنی وسائل کی پیمائش، سائنٹفک صنعتی تحقیقات اور فنی تعلیم وغیرہ۔

(۸) ایسی بنیادی صنعتوں کے لئے جہاں خانگی سرمایہ کافی طور پر فراہم نہ ہو حکومت قرضے دے گی یا حصص خریدے گی۔

(۹) مختلف رقبوں میں صنعتوں کو مرکوز کرنے کے لئے اجازت نامے دینے کا حق مرکزی حکومت کو حاصل رہے گا۔

سب سے علاوہ حکومت ہند کی صنعتی پالیسی کا اسی طرح حکومت صنعتی نشو و نما کیلئے دور ہندوستان میں شروع کر چکی ہے۔ اس پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے سر اردیشر دلال نے بمبئی میں ایک جلسہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حکومت ملک کے غیر ترقی یافتہ علاقوں اور پست طبقات اور فرقوں کی مدد کرنا اور ان کے معیار زندگی کو بڑھانا چاہتی ہے۔ عام طور پر کارخانہ دار اس پالیسی کی تائید کرتے ہیں چنانچہ مسٹر ڈی۔ شراف، بی۔ ڈی۔ بدلا، این۔ آر۔ سرکار، مسٹر ایم۔ اے۔ غزنوی صدر ایوان تجارت ہند نے حکومت کی پالیسی کی تائید میں اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ مسٹر ڈی۔ شراف نے اپنے ایک صحافتی بیان میں کہا ہے کہ حکومت کے اعلامیہ کو پڑھنے سے پہلا خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت اہم صنعتوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتی ہے لیکن غور کی نظر سے اس بیان کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ حکومت کا منشا ان صنعتوں کو مرکز کے تحت لانا ہے جو قانون حکومت ہند کی رو سے صوبوں کے تحت رکھی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ صنعتوں کے منظم نشو و نما کے لئے پالیسی میں یکسانیت اور سارے ہندوستان کے لئے ایک پالیسی ضروری ہے۔ لیکن بعض حلقوں میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ پالیسی متضاد رجحانات پر مشتمل ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ حکومت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعض بنیادی صنعتوں کے لئے خانگی سرمایہ کافی مقدار میں فراہم نہ ہو تو ایسی صنعتوں کو قومی بنایا جائے گا یعنے حکومت ان کو اپنے قبضہ میں لے گی مگر اسی بیان کے دوسرے حصہ میں کہا گیا ہے کہ اگر ایسی صنعتوں کے لئے خانگی سرمایہ کافی مقدار میں میسر نہ ہو تو حکومت قرضے دے گی یا حصص خریدے گی۔ غور طلب امر یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حکومت دو طریقے کس طرح اختیار کرے گی۔ حکومت نے یہ وعدہ کیا ہے کہ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے وہ خانگی کارخانوں میں مداخلت کرے گی اور دوسری طرف وہ یہ بھی کہتی ہے کہ منافع پر قیود عائد کر کے وہ خانگی کارخانوں کی حوصلہ شکنی نہیں کرنا چاہتی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس قسم کے تضاد کو حکومت کس طرح رفع کرتی ہے۔

اس بیان کا اہم جزو یہ ہے کہ اہم صنعتوں کو مرکزی حکومت کے تحت رکھا جائے گا اور مختلف

...قوں کی ان صنعتوں کو برقرار رکھنے کے لئے اجازت لینے
...ہے کہ یہ اختیار مرکزی حکومت کو حاصل رہے گا۔ اس
...سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ برطانوی ہند کے
...صوبوں کی طرح ریاستوں کو بھی مرکزی پالیسی کے تابع
...رکھا جائے گا اور ریاستوں کے مخصوص حالات کا لحاظ
...کئے بغیر صنعتی پالیسی میں یکسانیت پیدا کی جائے گی۔ اگر ہم
...نے یہ صحیح طور پر اندازہ کیا ہے تو حیدرآباد کی حکومت
...ایسے موقف کو قبول نہیں کرسکتے۔ حیدرآباد کا یہ دیرینہ
...مطالبہ رہا ہے کہ اس کو اپنے حالات کے لحاظ سے
...معاشی ترقی کے مواقع دیں اور اس کے معاشی مفادات
...برطانوی ہند کے مفادات کے تابع نہ کئے جائیں ہمیں
...یقین نہیں کہ حیدرآباد کے مفادات کے تحفظ کے لئے کیا
...کیا گیا ہے۔ کیا ہم توقع کریں کہ متعلقہ صاحب ناظم صنعت
...ایک پریس نوٹ کے ذریعہ اہل ملک کی تشویش
...دور کریں گے۔

یہاں ہم اس امر پر اظہار مسرت کرنا چاہتے
ہیں کہ [illegible] صنعت اور کارخانہ داروں کا جو وفد
انگلستان اور امریکہ جارہا ہے اس میں حیدرآباد کے
نمائندے بھی شامل کئے گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس
وفد کا مقصد انگلستان اور امریکہ کی موجودہ صنعتی تنظیم
کا مطالعہ کرنا اور یہ معلوم کرنا ہے کہ دوران جنگ میں
... ترقی کس طرح ہوئی اور مابعد جنگ کے منصوبے
... ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب
... معاشیات اور [illegible] علی صاحب، صنعت
... مفادات حیدرآباد کی صنعتی ترقی میں صدر مساعی
... ثابت ہوں گے

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی ملک کی صنعتی
ترقی بغیر مشینری کے ممکن نہیں، چنانچہ سرمایہ
سوامی مرلیدار نے سان فرانسسکو انٹرنیشنل [illegible]
... صنعتی اعتبار سے غیر ترقی یافتہ ممالک کا
ذکر کیا اور [illegible]
... دولت نے تمام ممالک کو [illegible]
... حاصل کرے تو انہیں مساوی حق
حاصل ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ تمام ممالک کو مشینری حاصل
کرنے کا مساوی حق دیا جائے گا۔ کیونکہ ہندوستان
... زرعی ملک کے لئے مشینری کا حصول لازمی ضروری
... ہندوستان کے معیار زندگی کا دوسرے ممالک
سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان کو زرعی آلات
... مشینری کی ضرورت ہے تاکہ وہ زرعی اور صنعتی پیداوار میں
اضافہ کرسکے۔ ہمارے خیال میں ہندوستان کی صنعتی
ترقی کے لئے مشینری کے علاوہ ایک اور چیز کی ضرورت
ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ گزشتہ سال سرمایہ سوامی
مرلیدار نے ٹاؤن ہال باغ عامہ میں جامعہ عثمانیہ کی

کے سلسلہ میں فرمایا تھا کہ ان صنعتوں کی حفاظت و
ترقی کے لئے جو دوران جنگ میں وجود میں آئی ہیں اس
امر کی ضرورت ہوگی کہ بیرونی اشیاء کی درآمد پر کنٹرول
رکھا جائے اور انہی اشیاء کو درآمد کیا جائے جن کی
ہندوستان کو کوئی اہم ضرورت ہو۔ اگر حکومت
ہند سرمایہ سوامی مرلیدار کی اس رائے پر عمل نہ کرے گی
تو سارے صنعتی منصوبے کاغذی منصوبے ہو کر رہ جائیں
گے اور ہندوستانی صنعتوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

انڈیا لیگ کی کانفرنس میں پروفیسر لاسکی کی تقریر

بلاک پول۔ ۲۲ مئی۔ آج یہاں انڈیا لیگ کی
ایک کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے پروفیسر ہیرالڈ
لاسکی نے یہ بیان دیا کہ مسٹر ایل ایس امیری نے وزیر
ہند نے یہ ظاہر کیا ہے کہ پاکستان ہندوستانی مسئلہ کے
حل کے طور پر حکومت برطانیہ کے لئے قطعاً ناقابل قبول
ہے۔ پروفیسر لاسکی نے یہ کہا کہ مسٹر امیری نے ایک گفتگو
کے دوران میں بیان کیا تھا جو گزشتہ ہفتہ ان کے
ساتھ ہوئی تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ جو چیز بھی
وحدت ہند کو [illegible] دائمی ہو حکومت کے زیر غور نہیں
ہوسکتی۔ پروفیسر لاسکی نے کہا کہ جب انھوں نے مسٹر
امیری سے پوچھا کہ آیا انھوں نے یہ بات ہندوستان
کے فائدہ سے کہی ہے تو مسٹر امیری نے جواب
دیا کہ انھوں نے یہ نہیں کہا کیونکہ یہ بہت مشکل ہے
اس کے بعد پروفیسر لاسکی نے کہا کہ برطانوی عمالی
جماعت نے ہندوستان کے مستقبل کو [illegible] کرنے
کے لئے تجاویز پیش کی ہیں۔ عمالی نے ہندوستان
کے سیاسی لیڈروں کی فوری رہائی کی درخواست
کی ہے وہ چاہتے ہیں والسرائے مسٹر جناح پنڈت
جواہر لال نہرو کو طلب کریں اور ایک ایسی قومی حکومت
کی تشکیل کے لئے ان سے کہیں جو ہندوستانی رائے
عامہ کے تمام طبقوں کی نمائندہ ہو اور یہ کہ ایک
دستور مرتب کریں۔ پروفیسر لاسکی نے یہ بھی کہا کہ اس
تصفیہ کا یہی وقت ہے جاپان پر فتح پانے کے بعد
کے زمانہ کا انتظار بہت تاخیر کا باعث ہوگا۔ اس کے
بعد پروفیسر لاسکی نے کرپس کی ہندوستان سے گفت
و شنید پر تنقید کی اور کہا کہ اگر میں کرپس کی جگہ ہوتا تو
میں ہندوستان کو ایک محدود وقت کے لئے نہ آتا
میں اس وقت تک وہاں رہتا کہ ہندوستانی [illegible]
سے مفاہمت کر لیتا اور سفر کرنے سے پہلے [illegible]
اختیارات کامل حاصل کرنے پر اصرار کرتا۔

آخر میں پروفیسر لاسکی نے اس بات پر زور دیا کہ
برطانیہ اور برطانوی عمالی جماعت کی صداقت نیت کا
پہلا امتحان یہ ہے کہ وہ اس وقت آزادی ہند کا خیال
کر رہے ہیں۔

"ہندوستان کو آزاد ہونا چاہئے اور
وہ ضرور آزاد ہوگا۔"

حیدرآباد فنڈ ریلیف اسوسی ایشن

ہز ہائی نس پرنس آف برار کا مکتوب

حیدرآباد۔ [illegible] ہز ہائی نس شہزادی صاحبہ برار نے
حیدرآباد فنڈ ریلیف اسوسی ایشن کے صدر کے نام دہلی
سے ایک مکتوب روانہ فرمایا ہے جس میں شہزادی صاحبہ
نے تحریر فرمایا ہے کہ ارزاں چلو فروشی کی ۲۲ دکانوں
میں سے [illegible] کا معائنہ کرنے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر انتہائی
مسرت ہوئی کہ اس کی پرخلوص سعی کی جارہی ہے کہ
[illegible] ہدایات میں لے جارہی کی تعمیل ان
کی تکمیل کی جائے۔ ان دکانوں کا انتظام کرنے والوں
کو میں مبارکباد دیتی ہوں کہ انھوں نے ایک ہزار
سے زائد راشن کارڈ رجسٹر کئے ہیں لیکن توقع ہے کہ
دوسری دکانوں پر بھی جہاں ابھی سے کارڈ رجسٹر
نہیں ہوئے ہیں اراکین متعلقہ بہت جلد توجہ کریں گے
آخر میں شہزادی صاحبہ نے تحریر فرمایا ہے
کہ آپ کے ادارہ کے نائب صدر اور معتمد عمومی اور دیگر
اور دیگر عہدہ داران و اراکین متعلقہ کمیٹیوں کی میرے
دورے کے زمانہ میں کئے ہوئے انتظامات پر میری
جانب سے ستائش کیجئے اور شکریہ ادا کیجئے مجھے توقع
ہے کہ حوصلہ افزاء واقعہ کے ساتھ [illegible] کارڈوں کی
رجسٹری کی مہم جاری رکھی جائے گی تاکہ اپریل کے اختتام
تک بیس ہزار کارڈ درج رجسٹر ہیں اور جون کے
اختتام تک ہر دوکان پر دو ہزار کارڈوں کی اوسط
تعداد [illegible] ہو جائے اسی کے ساتھ مجھے کامل
اعتقاد ہے کہ کارڈوں کی تقسیم میں اس کا خاص طور پر
لحاظ رکھا جائے گا کہ ہر حلقہ کے دو ہزار راشن فی دکان
عوام میں یہ تقسیم کئے جائیں تاکہ انہیں اس سے پورا
پورا فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکے۔"

ہندی ہی ہندوستان کی قومی زبان ہے

بابو پرشوتم داس ٹنڈن کا ارشاد :

ہندوستانی کی تحریک

یوں تو ہر نئی تحریک کی نسبت جوں چرا ہوا کرتی ہے۔ کوئی اسے پسند کرتا ہے اور کوئی ناپسند کوئی پہلے ہی سے اس کے فائدے گنانے لگتا ہے اور کوئی اس کے نقصوں اور خراب نتیجوں کی فہرست پیش کرتا ہے۔ لیکن ہندوستانی کی تحریک جو ابھی کچھ دن ہوئے وجود میں منظور ہوئی تو اس کی نوعیت نئی ہے اور وہ ایسی ہے کہ اس کے ہر پہلو سے بحث کی جائے جو کچھ وجود میں ہو تھا ہمارے اپنی سمجھ کے مطابق ہوں کہ توں ان صفحوں پر لکھ دیا۔ مگر کافی تعداد میں ہمارے پاس خطوط آئے ہیں جن میں دریافت کیا گیا ہے کہ اس بارے میں ہماری قطعی رائے کیا ہے؟

ہماری قطعی رائے یہی ہے اور کوئی امر اس رائے میں تبدیلی کا باعث نہیں ہوا کہ اردو کے حامیوں کو اپنی زبان کی عمومیت اور ترویج اور ترقی میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ جہت پاسی کے وجود میں آنے سے جا رشتہ میل اور لاگ کل میں کسی قسم کی تغیر ناممکن ہے۔ یہی یہ تحریک جو وجود سے شروع ہوئی ہے اس کے مبادی اور اس کی پرواز کچھ ایسی ہے کہ ابھی ہم کو الگ رہ کر اس کی رفتار کو غور سے دیکھنا چاہئے اگرچہ ہم یہ مانتے ہیں کہ اردو ہی وہ زبان ہے جو کل ہندوستان میں لنگوا فرینکا کی شان رکھتی ہے۔

ہندی والے اس تحریک کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس بارے میں پنڈت بنارسی داس صاحب چترویدی کے بیان کا انگریزی سے ترجمہ ہی نمبر میں جا رہا ہے۔ کلکتہ کے مشہور اخبار وشال بھارت نے بھی اس تحریک کو پسند نہیں کیا۔ ہر چند ناپسندی کی وجہ الگ الگ ہوا کرتی ہے اردو والوں کو اس تحریک سے بدگمان ہونا بجا ہے ابھی بمبئی میں ایک تقریب کے موقع پر گاندھی جی نے فرمایا کہ ہندی یعنی ہندوستانی ہندوستان کی قومی زبان ہے اس جلسے میں بابو پرشوتم داس ٹنڈن بھی موجود تھے۔ وہ ان تقریروں سے متفق نہیں رکھا جو وجود میں سامنے آئے ہوئے تھے اگر یہ رپورٹ صحیح ہے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اصل ہندی یعنی ہندوستانی اور چند سال پہلے تک پکاری ہندی اعنی ہندوستانی میں کیا فرق ہے؟ اب اردو والوں کے لئے یہ سارا معاملہ صاف ہوگیا ہندی یا کسی صوبائی زبان کی مخالفت اردو والوں نے کبھی نہیں کی اس ضمن میں جو کچھ مواد وہ محض دفاعی عمل تھا ہم کو اپنے کام میں لگا رہنا چاہئے۔ اگر اب بھی کوئی جان بوجھ کر دو کا کہنے تو اس کا علاج کیا؟

گاندھی جی اور ٹنڈن جی

ایسوسی ایٹیڈ پریس ۲۰ اپریل کو پونا سے خبر بھیجتا ہے کہ بابو پرشوتم داس ٹنڈن نے وہاں ہندی کے طلبا اور کام کرنے والوں کے ایک مجمع میں ہندی اردو کے تنازعے پر تقریر کرتے ہوئے اس پر زور دیا کہ صرف ہندی وہ مکمل زبان ہے جسے ہندوستان کی قومی زبان کہہ سکتے ہیں۔ کہا کہ جا ہو تو سے ہندوستانی کہہ لو اگر اس نام سے قوم کے کچھ آدمی خوش ہوں اور اس سے ہندو مسلم اتحاد زیادہ قریب ہو سکے لیکن یہ بھی نہ ہوگا کہ صرف ہندی کا طرز انشا یا اسلوب املا ہے یا ان لوگوں سے خوش کرنے کو جو کسی سمجھوتہ پر رضامند نہیں ہیں غیر ملکی لفظ اس میں بھرے جائیں۔

مسٹر ٹنڈن نے کہا کہ ایک مشترک زبان قومی اتحاد کے لئے لازمی ہے لیکن انھوں نے گاندھی جی کی اس تجویز سے اختلاف کیا کہ ہر شخص کو اردو پڑھنی چاہئے اور کہا کہ یہ ناقابل عمل ہے دوسرے کہ ایک غیر ملکی زبان اور رسم خط پر اس قدر زور دینے سے یہ جو حال کی تحریک قومی زبان کی ہے اسے نقصان پہنچے گا انگریزی کی طرح اردو بھی مسلمان حکمرانوں نے ہم پر لاد دی اور وہ ہندوستان کی کلچر اور فطری قابلیت سے بالکل اجنبی ہے۔

ٹنڈن جی کی تقریر کی اس رپورٹ کو ہم ان کے خیالات کا تجزیہ اس طرح دیں گے:

۱۔ ہندی ہی ہندوستان کی قومی زبان ہے
۲۔ اردو بدیشی زبان ہے جسے مسلمان حکمرانوں نے ملک پر لاد دیا۔
۳۔ اگر گاندھی جی کی تجویز کے مطابق اردو ہر شخص کو پڑھائی گئی تو ہندی کو نقصان پہنچے گا۔
۴۔ اردو اس ملک کی کلچر اور فطری قابلیت سے بالکل اجنبی ہے۔

آج تک کوئی اس کو ثابت نہ کر سکا کہ ہندی ہندوستان کی قومی زبان ہے ہندوستان تو رہا ایک طرف ہندوؤں کی قومی زبان ہونے کا ثبوت بھی غائب ہے۔ پھر یہ بات ہے کہ جب ہندی کے علمبردار تحفظ مذہبی زبانوں کے بارے میں اپنی زبان چھوڑ گئے تو ہندی کا کوئی زبان ہونا تشخیص پلک کے جواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

۲۔ وید بھاشا اور سنسکرت کو بدیسی کہہ سکتے ہیں پراکرتوں کی پیدائش کی جگہ کی بھی قطعی طور پر تحقیق نہیں ہوئی لیکن اردو کی نسبت بدیسی اور اجنبی ہونا غیر ملکی بات خود اپنی ذہنیت کی غمازی کرنا ہے۔ یہ امور سب مانتے ہیں کہ اردو اسی ملک ہندوستان میں پیدا ہوئی۔ اب رہی یہ بات کہ اردو کو مسلمان حکمرانوں نے ملک پر زبردستی لاد دیا تاریخ کے بالکل خلاف اور صریحی بہتان کہنا ہے۔ ٹنڈن جی جیسے اردو فارسی جاننے والے شخص سے یہ گپ سن کر تعجب ہوتا ہے اور حیرت بھی۔ ملکی اور ادبی تاریخ کا یہ مسلمہ واقعہ ہے کہ مسلمان حکمران اپنے ساتھ لائے ہوئے فارسی زبان پر بھی زیادہ نظر عنایت نہ ڈالی۔ اردو بھاشا کے گیتوں کا اور پنگل زیب تک کے دربار سے وابستہ ہونا تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ولی کے اول تشریف لانے تک دفتر سلطنت اور ہر طبقہ فارسی رہا۔

۳۔ ٹنڈن جی کا یہ خوف کہ گاندھی جی کی تجویز کے مطابق اگر ہر شخص کو اردو پڑھائی گئی تو ان کی ہندی کی تحریک کو نقصان پہنچے گا۔ خود ان کی ذات سے اس خوف کی نفی کرتا ہے۔ کیوں کہ اگر ہماری واقفیت صحیح ہے تو خود ان کی تعلیم اردو فارسی سے شروع ہوئی تھی۔ مگر ٹنڈن جی بھول گئے ہوں تو ہم نہیں یاد دلاتے ہیں کہ ان کے بھائی گرودلال داس نے جو کتاب رام چند ستان پبلک کے لئے لکھی وہ اردو میں تھی۔ میرٹھ یونیورسٹی ہالیڈے ڈائریوں وغیرہ اور دو لاہور کے مشہور دیانند اینگلو ویدک کالج کے بانیوں میں تھے۔

۴۔ اگر اردو اس ملک کی کلچر اور فطری قابلیت سے متفق نہ ہوتی تو سنسکرت کی طرح مٹی کی مورتی ہوتی اور صرف کتابوں میں اس کا پتا چلتا۔

یہاں یہ امر کہنا ہے کہ اردو والوں نے ہندی کی ترقی میں روڑا نہیں اٹکایا۔ نہ وہ اس کے مزاحم ہوئے جو خطاب ہندی والوں کی طرف سے اردو اور اردو والوں کو مل رہے ہیں وہ مزے لے لے کر ان کے اس برادرانہ سلوک کی جو اردو والوں کے بزرگ ملک کی پرانی بھاشا کے ساتھ کرتے رہے اور جو کوشش اردو فارسی والے ان کو سمجھا لٹریچر دینے کیا کرتے رہے یہ کہا ہے۔

کس نیا موقت علم تیر اندازی

کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

نفاق کون پھیلاتا ہے

مولانا حفیظ الرحمن صاحب میرآل انڈیا مجلس

کیسے فرماتے ہیں .... اردو ہندی کی جو نزاع

سارا مہا سبھائی ہندوؤں کی جانب سے چل رہی ہے اس سلسلے میں یہ بھلو آنا یا افسوس ناک ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کی تجویز بابت ہندوستانی زبان کے قطعاً خلاف سپیکر اسمبلی یوپی وصدر کانگریس

بقیہ صفحہ نمبر ۹

مسٹر جناح کے خلاف شرمناک اور مجرمانہ سازش

جناح ایمری خط و کتابت جعلی ثابت ہو گئی

۸ مئی ۱۹۴۴ء کو بمبئی کے تمام اہم اردو اخبارات میں قائد اعظم اور مسٹر ایمری کی مفروضہ خط و کتابت کے متعلق ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے سکریٹری کامریڈ پورن چند جوشی کا بیان بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ پہلے صفحے پر شائع ہوا۔ بیان کے ساتھ مسٹر ایمری کے ان دستخطوں کا عکس بھی تھا جو اخبار جنم بھومی میں شائع ہوئے تھے۔ اور اصل دستخط کا عکس بھی جو ایک ہندوستانی سی۔ آئی۔ ڈی کی سند سے حاصل کئے گئے تھے۔ ان دونوں کے مقابلے سے جنم بھومی کے جعل کا فیصلہ کن ثبوت مل گیا۔ کیونکہ اصل دستخط اور جنم بھومی کے شائع کردہ دستخط میں کہیں دور کی مناسبت بھی نہیں ہے۔

جنم بھومی بمبئی کا ایک گمنام سا گجراتی اخبار ہے۔ ۲۰ مئی کو اس اخبار کے پہلے صفحے پر قائد اعظم اور مسٹر ایمری کے درمیان مفروضہ خط و کتابت کا پہلا خط بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا۔ اس کے بعد روزانہ اس سلسلہ کا ایک ایک خط شائع ہوتا رہا جس کی وجہ سے اس اخبار کا ایک ایک پرچہ دو دو روپے تک بک گیا اور اخبار کے مالک نے [illegible] رقم کما لی۔ اسی کے ساتھ مختلف اخباروں میں یہ اطلاع [illegible] ہوئی کہ گاندھی جی اس خط و کتابت سے بہت پریشان ہیں۔ مسٹر جناح نے ۱۰ مئی کو اپنی طرف سے تردید شائع کرا دی اور کہہ دیا کہ ۲۴ جولائی کو یا اس کے بعد ان سے اور مسٹر ایمری سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ لیکن جنم بھومی کے مالک امرت لال نے اس تردید پر شرمندہ ہونے یا خاموشی اختیار کرنے کے بجائے [illegible] سے اٹھا یہ بیان دیا کہ اس کے پاس یہ خطوط موجود ہیں اور وہ ان کا عکس شائع کرے گا۔

یہ تھا جواب قائد اعظم کی تردید کا جس کے ذریعہ امرت لال قائد اعظم کو دروغ گو ثابت کرنا چاہتا تھا!

جعلسازی کے کھلے ہوئے ثبوت

جنم بھومی میں جس خط کا عکس شائع کیا گیا ہے اس پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالنے سے بھی پتہ چل سکتا ہے کہ یہ کوئی سرکاری خط نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سراسر جعل ہے جو کسی فریب [illegible] شخص نے جعل بنایا ہے وہ نہ تو صحیح انگریزی لکھ سکتا ہے نہ سیاست کے ابتدائی حقائق سے واقفیت رکھتا ہے اور نہ وہ ٹائپ کے معمولی اصول جانتا ہے۔

مسٹر ایمری کا وہ خط جو شائع کیا گیا ہے ٹائپ کی خامیوں اور ہجے کی غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اور انڈیا آفس تو درکنار معمولی انگریزی فرموں میں بھی اس قسم کی خامیاں برداشت نہیں کی جائیں۔ سب سے سامنے کی غلطی تو مسٹر جناح کے ہجے کے متعلق کی گئی ہے۔ شروع میں [illegible] Jinnah [illegible] Jinnah [illegible] دوسری غلطی یہ ہے کہ پہلے صفحہ کی چوتھی سطر میں لفظ [illegible] کی بجائے [illegible] استعمال کیا گیا ہے۔ سطروں کے آخر الفاظ عجیب غریب ڈھنگ سے توڑے گئے ہیں [illegible] Pakistan [illegible] جو کبھی نہیں توڑا جاتا۔

ایک اور بہت ہی احمقانہ غلطی یہ کی گئی ہے کہ صفحہ ۲ پیرا [illegible] لفظ Government کو توڑا گیا ہے لیکن [illegible] دوسری سطر کے شروع میں ment [illegible] میں بھلا ایسا ممکن ہے کہ [illegible] کی تاریخ شائع کی گئی ہو اور ہاتھ سے لکھ کر درست کی گئی ہے اور اس خط میں یہی حرکت ہوئی ہے اور اگست کو بجائے حروف میں لکھا گیا ہے۔ اس خط کے ٹائپ کرنے والے کو تو اس کا کوئی احساس بھی نہیں ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ ٹائپ کا پہلا اصول ہے یکسانیت۔ مختلف سطروں کے بیچ میں جو فاصلے ہیں ان میں کبھی کبھی ایک اور تین تک کا تناسب ہے۔ اسی طرح پہلے پیرے کے قبل پانچ چھ حروف کی جگہ چھوڑنے کے بجائے اس شخص نے شروع میں ۱۴ یا ۱۵ حروف کی جگہیں چھوڑی ہیں اور دوسرے صفحہ پر ۱۳ اور ۱۴ حروف تک کی۔ یہ غلطیاں صاف بتاتی ہیں کہ وہ شخص جس نے یہ خط تصنیف کیا ایسے ٹائپ کرنے کے لئے کسی پیشہ ور ٹائپسٹ کو نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے اسے خود ٹائپ کیا اور [illegible] کی وجہ سے وہ ٹائپ کے معمولی معمولی اصول بھی بھول گیا۔

اس کے علاوہ ان خطوط میں پبلک کے لئے جو بیش بہا معلومات فراہم کی گئی ہے۔ اس کے چند نادر نمونے ملاحظہ ہوں۔

۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء کے خط میں مسٹر جناح مسٹر ایمری کو یقین دلاتے ہیں کہ "جب جاپان کے خلاف لڑائی شروع ہو گی تو مسلمان بالکل متحدہ طریقہ سے اس کی حمایت کریں گے" [illegible] حافظہ [illegible] یہ شخص یہ بھی بھول گیا کہ یہ یقین وہ [illegible] کے بعد استعمال [illegible] جاپانی ابھی تک [illegible]

بقیہ [illegible]

(۲) [illegible] خط میں ایمری صاحب کہتے ہیں جب جاپان کے [illegible] مسلمان [illegible] ہو جائیں گی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ موجودہ جنگ [illegible] جاپان سے صلح کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ [illegible] جاپانیوں کی مکمل شکست اور غیر مشروط اطاعت کے بغیر [illegible] ختم نہیں ہو سکتی۔

(۳) [illegible] ۱۹۴۳ء کو مسٹر ایمری نے گاندھی جناح گفتگو کی ناکامی پر افسوس کیا ہے۔ جناح صاحب کی [illegible] وہ کہتے ہیں کہ [illegible] آپ کسی طرح مسٹر گاندھی کو قبول کر [illegible] گویا ایمری صاحب کی [illegible] ہے کہ گاندھی جناح ملاقات [illegible] اس کو کیا کہ [illegible] انگریزی میں بالکل [illegible] ناواقف ہے چنانچہ کہیں کہیں تو اس نے انگریزی کے وہ [illegible] فقرے [illegible] ہیں کہ اب شاید خود ان پر [illegible] ہو۔

یہ کس کی جعلسازی!

ظاہر ہے کہ قائد اعظم یا ایمری صاحب انگریزی زبان کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش نہیں کر سکتے تھے۔ تو پھر یہ کس کی تصنیف ہے؟ کس کا جعل ہے۔ ان خطوط کے لکھنے والے کا نام ہے [illegible] یہ شخص جنوبی ہند کا رہنے والا ہے۔ اخبار [illegible] اسٹینڈرڈ کا رپورٹر اور صحافت کی دنیا کا ایک پرانا پاپی اور رنگ ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ گاندھی جناح گفتگو کے سلسلہ کی خط و کتابت قبل از وقت شائع ہو گئی تھی۔ ان خطوط کا چرانے والا بھی یہی شخص تھا۔ لیکن اس کی چوریوں اور جعلسازیوں کا مقصد سیاسی نہیں اس کو درحقیقت صرف اپنی جیب گرم کرنے سے مطلب ہے۔ چنانچہ گاندھی جناح خط و کتابت بھی اس نے اخبار جنم بھومی کے مالک امرت لال سیٹھ کے ہاتھ بیچ کر پیسے کمائے تھے۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ وہ [illegible] دو ماہ سے کوشش کر رہا تھا کہ ان جعلی خطوط کو کسی اخبار کے ایڈیٹر کے ہاتھ فروخت کر کے پیسے کمائے اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ دیکھو گاندھی جناح خط و کتابت میں ہی چرا کر لایا۔ اور اب [illegible] لایا ہوں۔ لیکن [illegible] جنم بھومی [illegible] اور [illegible] اسٹینڈرڈ [illegible] غرض جہاں جہاں بھی [illegible] گیا ہر اخبار نے اسے دھتکار دیا کیونکہ اس کے کرتوت سے سب ہی واقف ہیں۔

ابھی دو ہفتے قبل ہی [illegible] افواہ پھیلائی تھی کہ گاندھی جی [illegible] سمجھوتہ [illegible] ہوئے تو [illegible] نہیں دے گی۔ اور اگر ناکام رہے تو [illegible] اسٹینڈرڈ [illegible] بلکہ [illegible] اس افواہ کو [illegible] کیا اور گاندھی جی کو اس کی تردید کرنا پڑی۔ اس پر جب [illegible]

(بقیہ صفحہ ۱۱)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تبصرہ

سان فرانسسکو کی ایک اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ سربرآوردہ اتحادی اقوام اس امر کا تصفیہ کرنے میں مصروف ہیں کہ منشور جدید میں نوآبادیات کا مقام کیا ہو۔

برطانیہ کہتا ہے: حکومت خود اختیاری

روس کہتا ہے: کامل آزادی

چین کہتا ہے: حکومت خود اختیاری یا آزادی۔

امریکہ کہتا ہے: آزادی کا وعدہ کر لیا جائے اگر وہاں کے لوگ چلتے ہوں اور اس کے لئے تیار ہوں۔

توقع کی جاتی ہے کہ بہت جلد سمجھوتہ ہو جائے گا۔

ایک شہری نے دریافت کیا ہے کہ:

جس وقت مجلس بلدیہ موجود تھی، اس وقت بھی بلدیہ کے موازنہ میں خسارہ آرہا تھا اور اب جبکہ مجلس تحلیل کر دی گئی اور بلدیہ کا نظم و نسق ایک عامل کے سپرد کر دیا گیا اب بھی خسارہ آرہا ہے۔ آخر خسارہ کا یہ مسئلہ کس طرح حل ہوگا؟

یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس کا حل صرف سان فرانسسکو میں دریافت کیا جا سکتا ہے۔

جنگ کی سنجیدہ اور خوفناک حد تک سنجیدہ باتیں اور فولاد آگ اور بجلی اور خوفناک دہول کی بہت سی تردد انگیز باتیں میں ہر ہفتہ دو دفعہ آپ کو سناتا ہوں۔ سناتے سناتے اکتا گیا ہوں اور جی یہ چاہتا ہے کہ ریڈیو سے کہہ دوں کہ جناب! جنگ وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ یہ سب خانہ ساز مواد ہے جو ریڈیو کو چالو رکھنے کے لئے پکایا جا رہا ہے۔ (مدیر پیام کی نشری تقریر)

اس کو غالب کی زبان میں حسن طلب کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب دوران جنگ میں فاضل مدیر "پیام" مہینے میں دو بار اپنی تقریر نشر کرتے تھے تو اب مابعد جنگ تنظیم کے سلسلہ میں ہفتہ میں دو بار نشر کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ ریڈیو بھی چالو رہے اور..... باقی تو آپ جانتے ہی ہیں۔

دکن نیوز کی اطلاع ہے کہ:

مجلس شوریٰ اتحاد المسلمین نے ایک قرارداد کے ذریعہ مجلس عاملہ کو مجاز گردانا ہے کہ وہ حقوق کے تحفظ کے لئے اپنی مساعی کو تیز تر کر دے اور تمام وہ ذرائع اختیار کرے جو اس کام کی تکمیل کے لئے ضروری ہوں۔

عدم تعاون کا دوسرا قدم!

یہ فتح چرچل یا روزولٹ یا ان کے جانشین ٹرومن نے نہیں حاصل کی بلکہ یہ جنگ ہم نے جیتی (دیر وقت) کیسے خبر تھی کہ ہمارے ملک میں ایسے سورما موجود ہیں جنہوں نے دستوری اصلاحات کے خلاف جنگ شروع کی اور بالآخر غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دئے۔

مرے شیر شاباش رحمت خدا کی۔

سٹہ کی دوکان میں حملہ (اخباری سرخی)

کہیں قارئین کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سٹہ کی دوکان پر پولیس کا دھاوا ہوا ہے۔ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ بازار گھنسی بازار میں ایک سٹہ کی دوکان میں ایک شخص نے دوسرے شخص پر جارحانہ حملہ کیا۔ حملہ آور فرار اور مجروح زیر علاج ہے اور تادم تحریر سٹہ بازی برابر جاری ہے۔

پارچہ اور سوت کی تقسیم کے لئے مشاورتی مجلس کا قیام۔ (ایک خبر)

ہر تقسیم کفن انجمے ساختہ اند

مجلس شوریٰ اتحاد المسلمین کی قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "رعیت" لکھتا ہے کہ:

ہمارے خیال میں مجلس اتحاد المسلمین ریاست کی ان جماعتوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں جو ریاست میں دستوری تبدیلیاں چاہتی ہیں تاکہ عامۃ عوام کے پاس جوابدہ رہ سکے۔ اس ریاست کی جو جماعتیں ذمہ دارانہ حکومت چاہتی ہیں بالآخر ان کا منشا بھی سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ اس کے ذریعہ حکومت کے نظم و نسق پر رعایا کے حالات تبصرہ کرے۔

تبصرہ تو ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے البتہ ایک چیز جو مختلف جماعتوں کے لیڈر حاصل نہیں کر سکے وہ وزارت ہے اور اسی کی خاطر اچھی حکومت یا ذمہ دارانہ حکومت کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔

حقیقت آں است باقی فسانہ

"نازجوئی" کے ایڈیٹر نے جناح اور امیر کبیر سے معافی مانگ لی۔ (اخباری سرخی)

ایک محفل میں اس موضوع پر حسب ذیل گفتگو ہوئی

ایک دوست — اس شرمناک واقعہ پر مدیر "پیام" نے کوئی تبصرہ نہیں کیا حالانکہ وہ وقت بے وقت ہندوستانی جریدہ نگاروں کو پند و نصیحت سے ممنون کرتے رہتے ہیں

دوسرا دوست — ہم نے سنا ہے کہ قاضی صاحب "نازجوئی" کے ایڈیٹر سے بہت برہم ہیں۔ ان کے خیال میں امیر کبیر سے معافی مانگنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا جناح سے معافی مانگنا "انتہائی بدذوقی" ہے۔

پہلا دوست — اب تو مدیر "پیام" کی خوش مذاقی الم نشرح ہوتی جا رہی ہے۔

آزاد یورپ میں جمہوری اثرات کی ترقی۔ (معاصر قومی جنگ کی ایک سرخی)

چنانچہ ان جمہوری اثرات کو وسعت دینے کے لئے شام اور لبنان میں فرانسیسی فوجیں اتاری گئیں۔

سوویٹ روس دوسری اقوام کو محکوم بنانے کا قائل نہیں۔ (قومی جنگ)

وہ تو صرف بحر اکاہل میں چند جزیرے اور درہ دانیال میں اپنا اثر چاہتا ہے۔

ایک مراسلہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ ضلع کانفرنس گلبرگہ میں مولوی عبدالکریم صاحب نامپلی نے مجلس اتحاد المسلمین کا بیاج لگا کر شرکت کی۔

دروغ برگردن راوی یہ نہیں بتلایا گیا کہ عبدالکریم صاحب کوئی وکیل ہیں یا ایکٹار۔

البانیہ میں تحریک آزادی

یوگوسلاویہ کے جنوب میں ایک چھوٹی سی سلطنت البانیہ ہے۔ جنگ سے پہلے وہاں احمد زوغو کی بادشاہت تھی۔ باشندگان البانیہ نے مدت ہوئی جمہوریت کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن ان کے اس مطالبہ کو زوغو نے جو پہلے صدر تھا بادشاہ بن کر اور تمام جمہوری امیدوں کو توڑ دیا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں مسولینی نے البانیہ پر حملہ کیا تو بادشاہ سلامت ڈرتے ہوئے ملک سے فرار ہو گئے۔ مسولینی نے البانیہ کو خوب تاخت و تاراج کیا اور مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے۔ آخر وہاں مجاہدین کی ایک جماعت پیدا ہوئی جس نے وطن کی آزادی کا بیڑا اٹھایا۔ اس جماعت کا لیڈر جنرل انور ہوجی تھا۔ آہستہ آہستہ انور ہوجی نے تمام جری البانیوں کی ایک چھاپہ مار فوج بنائی۔ اس فوج کا مرکز شمالی البانیہ کے پہاڑی علاقوں میں تھا۔ وہاں سے اس نے یوگوسلاویہ کے چھاپہ ماروں سے بڑی مدد حاصل کی۔ جنگ کے دوران جب اطالوی اور جرمن فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاعات مارشل ٹیٹو کے پاس انہی کے ذریعہ پہنچتی تھیں۔

جنرل انور ہوجی کی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہیں وہ پردہ خفا میں ہیں۔ جس میں اتنا معلوم ہے کہ وہ کانی کسٹر میں پیدا ہوا تھا۔ جنوبی البانیہ کی جنگ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہیں البانیہ کی آزادی کے لئے جہاد ہوا تھا۔ یونانیوں نے سنہ ۱۹۴۰ء میں مسولینی کی فوج کو شکست دی تھی۔ انور ہوجی اس جنگ سے پہلے ترانہ (البانیہ کا دارالسلطنت) میں فرانسیسی زبان کا استاد تھے لیکن جب اطالویوں نے البانیہ پر حملہ کیا تو وہ کالج کی چہار دیواری سے نکل کر میدان جنگ میں آ گئے اور محبان وطن کی تحریک آزادی کی مہم میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے البانیہ کے عوام کی ایک مجلس شوریٰ بنائی جس کا کام اس تحریک کی رہنمائی کرنا تھا۔ جنرل انور ہوجی بادشاہت کے سخت دشمن ہیں۔ وہ اشتمالی اصول کے حامی خیال کئے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ البانیہ میں ایک جمہوری حکومت کے حامی ہیں۔ وہ ٹیٹو کے بڑے دوست ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح مارشل ٹیٹو نے نازیوں کے خلاف جنگ میں باشندگان البانیہ کی مدد کی اسی طرح آئندہ بھی یوگوسلاویہ اور البانیہ میں دوستانہ تعلقات قائم رہیں گے۔ جنرل انور ہوجی سوویٹ یونین کے بھی بڑے مداح ہیں۔ وہ اسکو جانتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۴۴ء میں سوویٹ یونین نے جنرل انور ہوجی کی حکومت کو ایک فوجی مشن بھیجا تھا۔ یہ فوجی مشن ہوائی جہاز سے گیا تھا کیونکہ اس وقت البانیہ پہونچنے کے لئے ریل کا راستہ نہیں کھلا تھا۔

جنرل انور ہوجی البانیہ کی آزادی کی کمیٹی کے صدر ہیں۔ سوویٹ یونین نے اس کمیٹی کو البانیہ کی جائز حکومت مان لیا ہے لیکن انگریز ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ برطانیہ کے فوجی مشن نے تو اپنی حکومت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ جنرل ہوجی کی کمیٹی پورے ملک کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی کر رہی ہے لیکن برطانوی حکومت یونان کی رجعت پسند حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کر رہی ہے کہ البانیہ کو یونان میں شامل کر دیا جائے۔

جنرل انور ہوجی اور البانیہ کے تمام باشندے اس سامراجی سازش کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ جس طرح انھوں نے مسولینی اور ہٹلر کو شکست دی ہے وہ انگریز سامراجیوں کو بھی شکست دے سکتے ہیں۔

جنرل انور ہوجی نے اپنی نئی حکومت کا پروگرام بھی شائع کر دیا ہے۔ اس کے بنیادی دفعات یہ ہیں۔

۱۔ البانیہ کے تمام بالغ باشندوں کی رائے سے ایک مجلس دستور ساز بنائی جائے گی۔

۲۔ تمام باشندوں کے لئے روزگار کی ضمانت کی جائے گی۔

۳۔ پوری قوم منظم طریقے سے دشمن کے تاراج شدہ علاقوں کی از سر نو تعمیر کرے گی۔

۴۔ غداران وطن کو سزائیں دی جائیں گی۔

۵۔ ذاتی ملکیت کا احترام کیا جائے گا۔

صوبہ سرحد میں لیگ اور کانگریس کی کشمکش

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

چاہتے ہیں جو باچا خان اور ان کے احکام کی تعمیل کرے۔ سرخ قمیصوں کی جماعت بالکل ان کی مرضی کے مطابق چل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے خان عبد الغفار خان کانگریسی لیڈروں کی تشکیل کو پسند نہیں کرتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس امر کو فراموش نہیں کر سکتے کہ صوبہ سرحد میں اکثریت مسلم آبادی کی ہے۔ وہ کانگریس کے نام سے اپنے پیرؤں کو زیادہ عرصہ تک اپنے سے وابستہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ کانگریس کو سرحدی مسلمان ہندو تنظیم تصور کرتے ہیں۔ سرخ قمیصوں کی تحریک جس میں بالکلیہ مسلم پٹھان شامل ہیں ایسے سوالات سے پاک ہے۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کا اثر دن بدن بڑھتا جا رہا ہے مسلم لیگ کی وزارت کی شکست اس بات کی علامت نہیں کہ اس صوبہ میں مسلم لیگ کمزور ہے۔ اسمبلی میں مسلم لیگ کی اکثریت نہیں تھی جب مسلم لیگ نے وزارت قبول کی تو بعض ووٹ پرست عناصر اس کے ساتھ ہو گئے تھے لیکن جب ان عناصر نے دیکھا کہ کانگریس وزارت تشکیل دینے پر آمادہ ہے تو وہ کانگریس میں شریک ہو گئے۔ مسلم لیگ کی وزارت کے زوال کا اصلی سبب یہی تھا موجودہ اسمبلی میں کانگریس کی اکثریت ضرور ہے۔ لیکن کیا کانگریس کو یقین ہے کہ آئندہ انتخابات میں اس کو اکثریت حاصل ہوگی؟ گزشتہ پانچ سال کے دوران میں مسلم نشستوں کے لئے جتنے بھی ضمنی انتخابات عمل میں آئے۔ ان میں سے کانگریس ایک نشست بھی حاصل نہ کر سکی۔ بعض انتخابات تو اس وقت ہوئے جبکہ کانگریس برسر اقتدار تھی۔ بڑے قصبوں میں مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ ہے اور دیہی قصبوں میں اس کا اثر بہت جلد پھیل جائے گا۔

کانگریس اس وقت بڑی مشکل میں پھنس گئی ہے۔ وزارت قائم کرنے اور برسر اقتدار آنے کے لئے اس کو چند سرمایہ داروں کی تائید حاصل کرنی پڑی۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ رائے بہادر مہر چند کھنہ جو اب تک مہا سبھائی کے مشہور لیڈر تھے اب کانگریس میں شامل ہو گئے۔ لیکن دوسری طرف صوبہ سرحد کی کانگریس کو مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ایک مذہبی تنظیم کی حیثیت سے پیش کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ مسلم لیگ کے نعرہ پاکستان اور حق خود ارادیت کی طرف بہت مائل ہے۔ کانگریس اس کو توڑ نہیں کر سکتی۔ اس کا سماجی اور معاشی پروگرام مسلمانوں کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا۔ مسلم لیگ کے نعرہ پاکستان کے مقابلہ میں "اسلام باری" کا نعرہ لگایا جا رہا ہے جس کے معنے ہیں خدائی بلکہ دنیا میں مسلمانوں کا تسلط۔ اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ممکن ہے کانگریس سرخ قمیصوں کے حق میں دست بردار ہو جائے اور صوبہ سرحد سے ہٹ جائے۔ یہی وہ سمت ہے جس طرف خان عبد الغفار خان قدم اٹھا رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کامیابی کس کو ہوتی ہے مہر چند کھنہ کو یا خان عبد الغفار خان کو؟

درۂ دانیال پر روس کی نظریں

ترکی اور روس کے تعلقات کا مستقبل کیا ہوگا؟

انقرہ ۔ ۱۰ مئی۔ مملکت عثمانیہ کے بچے کھچے آثار دولت ترکیہ جو مشرقی یورپ کی وہ واحد سلطنت ہے جس نے اب تک اپنی غیر جانبداری کو برقرار رکھا اور جو جنگ میں قدم رکھا بھی تو خوش قسمتی سے ایسے موقع پر جب کہ جنگ یورپ ختم ہونے کو تھی اب بھی ایک انتہائی اہم مسئلہ سے دوچار ہے ایک ایسا مسئلہ جو پرچھائیوں کی طرح تاریک اور سایہ کی طرح رات دن اس ملک پر طاری و ساری ہے تین سو سالہ قدیم روسی و ترکی تعلقات کا مستقبل کیا ہوگا یہ وہ اہم اور دلچسپ لیکن پریشان کن سوال ہے جس پر تقریباً تمام ترکی مدبرین سوچ بچار کر رہے ہیں۔ یورپ کی یہ واحد اسلامی سلطنت ہے جس نے ابھی اپنی عظمت اور وقعت برقرار رکھی ہے۔

ایک کروڑ لاکھ ترک ہی روسیوں کے وہ ہمسایہ ہیں جنھوں نے روسی سرخ فوج یا جرمن نازی فوج کو اپنی سرزمین پر سے گزرتے ہوئے نہیں دیکھا اور ان فوجوں نے ان کی سرحد تک آنے کی جرات کی نہ ان کے ملک کو عبور کیا۔ جنوب مشرقی یورپ میں صرف یہی قوم ایسی ہے جس کو جنگ کے مصائب کا پتہ بھی نہیں چلا۔ آبنائے کے محافظ کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں ترکی پر عائد ہوتی تھیں ان سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت کو ترکی نے انتہائی اچھا ظاہر کیا۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جو کسی قدر پریشان کن ہے تو بس یہی کہ روسی ترکی تعلقات کا کیا حال ہوگا مانٹرو کنونشن کا کیا حشر ہوگا اور ..... روایات کی کس طرح پابندی کی جائے گی جو گزشتہ تین سو سال سے ان ممالک میں دوستانہ اور خوشگوار ماحول میں قائم ہیں۔ روس نے ہمیشہ ترکی مدبرین کی مخالفت کی اور انھیں شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے رہے۔ ترک ابھی بھولے نہیں ہیں کہ جب موجودہ صدر عصمت انونو کمال اتاترک کے دور حکومت میں وزیر اعظم کی حیثیت سے روس گئے تھے تو ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا تھا اور ایسی ہی گرمجوشی کی گئی تھی۔ ترکی روسی تعلقات کی تاریخ میں یہ واقعہ زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ ان واقعات کے باوجود ان اندیشوں کا اظہار کیا جاتا ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کونسی وجہ ہے کہ ترکی کو روس سے درۂ دانیال کے لئے ڈر لگا ہے۔

ترکی کا وہ … ہے۔ اس لئے کہ گزشتہ

تین صدیوں سے درۂ دانیال اور باسفورس آبنائے جو بحیرہ اسود کو بحیرہ ایجین سے ملاتے ہیں اس کا سب سے بیش قیمتی قومی سرمایہ رہے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے پارہ پارہ ہو جانے کے بعد ترکوں کی نگاہوں میں اس رہ بار کی اہمیت بڑھ گئی ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نقشوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے والا بھی اس کی اہمیت سے آگاہ ہو جاسکتا ہے کہ روس کے لئے جنوبی یورپ ہی نہیں بلکہ یورپی سمندروں میں داخلہ حاصل کرنے کے لئے یہی واحد راستہ ہے۔ بحیرہ روم میں روس اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ترکی سے اس کے اچھے تعلقات ہوں اسی لئے صدیوں قبل سے روس کے امیر حکمران زار چاہتے رہے اس کوشش میں لگے رہے کہ جب بھی ممکن ہوسکے اس پر اپنا قبضہ جمالیں لیکن سلطنت عثمانیہ کے استحکام کے باعث یہ ناکام رہے۔ وہ چاہتے تو یہی تھے کہ یورپی سرزمین کے اس ٹکڑے زاویہ کو ہمیشہ کے لئے اپنے قبضے میں کریں تاکہ بحیرۂ روم پر اپنی حکومت ہو لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

[illegible] میں مانٹرو کنونشن پر دستخط ہوئے۔ اس روز نہ صرف یہ تسلیم کر لیا گیا کہ ترکی کی حیثیت اس علاقے کے محافظ کی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام اقوام کے تجارتی جہازوں کو اس میں سے گزرنے کی اجازت دی جائے گی۔ عام طور پر جو افواہیں تھیں ان میں کوئی اصلیت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ترکی نے موجودہ جنگ میں کبھی بھی کسی دم بھی اس راستہ کو بند نہیں کیا۔ اتحادی اور غنیم ہر دو کے تجارتی جہاز برابر آتے اور جاتے رہے اور عملی یا نظری طور پر کسی قسم کا … کسی مدت میں بھی عائد نہ ہوئی۔ یونان کی سرزمین پر پڑے جرمن ہوائی اڈوں اور جرمن اسلحہ خانوں کے باعث اتحادی جہازوں کا راستہ رک گیا تھا اس لئے کہ بحیرہ ایجین کے جزائر پر بھی جرمنوں نے اپنے مورچے قائم کر دیئے تھے جن پر سے گزرنا ناممکن تھا جہاز وہاں کسی وقت بھی حملے سے خالی نہ تھا اسی لئے اس دوران میں اس آبنائے کا آزادی کے راستہ استعمال بالعموم جرمن ہاتھوں میں تھا لیکن یہ کارروائی ترکوں نے نہیں کی تھی بلکہ جرمنوں کی استحکام دی ہوئی تھی۔ جو یونان پر قبضہ جمائے ہوئے تھے

اس صورت حال میں صرف اس وقت تبدیلی ہوئی جبکہ سوویت افواج نے بلقان سے جرمنوں کا صفایا کردیا۔ پہلا آزاد جہاز جو استنبول سے گزرا وہ برطانیہ کا ولیم بلاؤنٹ تھا جو ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو استنبول پہنچا۔

جب روسیوں نے ترکوں کے ساتھ معاہدہ مخالفت کو جس پر دستخط ثبت کئے بیس سال ہو چکے تھے منسوخ کرنا چاہا اس کا مطلب یہی نکالا گیا کہ روسی یہ چاہتے ہیں کہ ان مقامات پر خود قبضہ کریں بیس سال قبل کا معاہدہ اس دن کی یاد ہے جبکہ عصمت انونو روس گئے تھے اب روسی صرف یہی چاہتے تھے کہ اس پر کچھ غور کیا جائے اور اس کارروائی کے لئے وہ پہلے معاہدے کو ختم کرنا چاہتے تھے تاکہ دوسرا تو خود وضع ہوسکے اور بدلے ہوئے حالات کے تحت نئی چیزوں کا جائزہ ایسے نئے طور پر لیا جائے تاکہ … جس کو اس کوشش میں کوئی مفاد نظر نہیں آتا وہ بالکل بے تعلق کر دیئے جائیں۔ سرکاری طور پر جہاں تک معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے ترکی نے اس سلسلہ میں روس کے کسی مطالبہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی وہ کسی قسم کے اپنے قبضے کئے جانے کے اندیشے کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن اب بھی ترکی کے غیر سرکاری افراد بھی ستر فیصدی کہ ان آبادی قدیم روایات کو ملحوظ رکھے ہوئے ہے اور صدیوں قبل کا ڈر اب بھی برقرار ہے ان سب میں پیش روس کے عالیہ رجحانات کے۔

سوویٹ روس ہی وہ پہلا ملک تھا جس نے ترکی جمہوریت کو ایام طفولیت میں قبول کرتے ہوئے اس سے معاہدہ قائم کیا اور ۱۹۲۱ء میں کمال اتاترک سے خوشگوار دوستانہ تعلقات قائم کئے دس سالہ دور صدارت میں اتاترک نے اس نقطہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا کہ یہ دوستی نہ صرف قائم رکھی جائے اور غیر سرکاری اور سرکاری ہر دو حیثیتوں میں روس کے اس رویہ کی توقیر کی جائے۔ یہ صحیح ہے کہ کمال اتاترک کے انتقال کے بعد سے اور بالخصوص اس جنگ میں ترکی اور روس کے وہ تعلقات باقی نہیں رہے پھر بھی گرمجوشی برقرار رہی۔

۱۹۲۵ء میں ترکی اور روس نے ایک ایسا معاہدہ طے کیا جس میں اس کا اعلان کیا گیا تھا کہ اگر ان میں سے کسی پر حملہ ہو تو دوسرا فریق انتہائی غیر جانبدار رہے گا لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی منسوخ ہوگئی اور روس نے ترکی کے خلاف جرمنی حامی ہونے کا پروپیگنڈہ شروع کردیا اور اسی طرح اس کی خارجی اور داخلی پالیسی پر حملے کئے۔

آج ترکی میں جو سب سے بڑا اندیشہ ظاہر کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ روس اس کوشش میں ہے کہ ترکی حکومت کا تختہ الٹ دے۔ اگرچہ علانیہ اس خوف کا اظہار نہیں کیا جاتا لیکن یہ علاوہ ازیں کچھ نہیں مختصراً اس کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ کمیونزم کے پھیل جانے کے اندیشے کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک چھوٹی قوم کا اندیشہ ہے جو جنگ کے دوران میں بے تباہی کا شکار ہوئی … ایسا موقع بھی نہ آیا کہ جب اس میں کسی قسم کی کمی ہوسکتی۔

جنگ کے دوران میں اس ملک کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ اس سے اس کا پڑوسی کوئی مطالبہ نہ کر بیٹھے اور حکومت کو دور رکھنے کے لئے ترکی برطانوی اور امریکی تعلقات کو استوار کرنے کی کوشش میں ہے۔ اس کی حکمت عملی مستحکم رہی ہے اور یقیناً رہے گی۔

(ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ)

شام ولبنان کی نازک صورت حال

قاہرہ ۔ ۳۰ مئی ۔ رائٹر کا نامہ نگار مارٹن بیریش اطلاع دیتا ہے کہ ملک لیوانٹ اور فرانس کے مابین جو کشیدگی پیدا ہوگئی ہے اس میں کسی قسم کی کمی ہونے کی کوئی علامت نہیں ہے اور اس صورت حال پر غور کرنے کے لئے عرب لیگ کی کونسل کے اجلاس کو منعقد کرنے کے بارے میں کچھ گفتگو ہوئی ہے۔ لیکن اس سے متعلق سرکاری طور پر کوئی اقدام نہیں کیا گیا ہے

یہاں پہنچنے والے سیلاب کے کل بیروت دمشق میں لبنان و شام کی حکومتوں کے طرز عمل کی حمایت میں جو مظاہرے ہوئے ان کا آج ذکر کیا ہے۔

عورتوں نے یہاں مظاہرہ کیا اور بیروت و دمشق میں معمولی فسادات ہوئے جن میں ۱۶ اشخاص زخمی ہوئے ۔ جبکہ فرانس لیوانٹ کی حکومتوں سے گفت و شنید کر رہا تھا اس وقت اس کے لیوانٹ کی گیارہ زن کو فوجی کیمپ کے اختیار لی ہوئی کارروائی کی وجہ سے صورت حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیچیدہ ہوگئی ۔ لبنانی حکومت نے ڈول ریجنٹ کے پاس ۔ چونکہ وہ فرانس کو دولت مستسلم نہیں کرتی ۔ ایک نوٹ روانہ کیا ہے جس میں اس نے منظوری کے بغیر فرانس کی فوج کی آمد کے خلاف احتجاج کیا ہے۔

اس نوٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ فرانسیسی افواج کی آمد غیر حق جانب ہے اور اس سے وہ ساری گفت و شنید کی فضا مکدر ہوگئی جس کے وہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ اس طرح سے فرانس نے ان تجاویز پر گفت و شنید کرنے سے انکار کر دیا جو اس یادداشت موجود ہیں۔ جیسے کہ فرانسیسی ڈیلیگیٹ جنرل لیوانٹ جنرل ملتوی بات نے پیش کیا تھا۔

لبنانی حلقوں کے بموجب فرانسیسی مطالبات تین طرح کے ہیں ۔ سیاسی ثقافتی اور فوجی ۔ ان تجاویز کے بارے میں فرانسیسی خیال معلوم کرنا ممکن نہیں ہے لیکن اس کا علم ہوتا ہے کہ لیوانٹ میں خاص موقف حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

کئی فرانسیسی محسوس کرتے ہیں کہ برطانیہ ان کے مطالبات کی تائید کرے گا کیونکہ خود انگلستان کو مصر اور عراق میں خاص موقف حاصل ہے اور اسی طرح سے لیوانٹ میں فرانس کے موقف کی مخالفت نہ کرے گا۔

دوسری طرف برطانیہ نے لیوانٹ کی آزادی کے بارے میں جنرل کیٹرو کے منشور پر دستخط کئے تھے اور ایک طرح سے منشور کی حمایت کی تھی اور ان کی آزادی کے مطالبے کی تائید کرتے ہوئے منشور کو قبول کرنے پر تیار تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شام و لبنان نے فرانسیسی تجاویز کے بارے میں جواب کے اصول طے کر لئے ہیں اور اس تعطل کے دور ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے جواب میں تین نکات موجود ہیں پہلے یہ کہ وہ فرانس سے اس وقت تک گفت و شنید کا آغاز کرنے پر راضی نہیں ہیں جب تک کہ فوج کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ فرانسیسی تجاویز ان ملک کی آزادی پر خوب ضرب لگاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ برطانیہ امریکہ یا کسی دوسرے ملک سے زیادہ فرانس کو خاص موقف عطا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

بیروت ۔ ۲۹ مئی ۔ آج علی الصباح یہ اعلان کیا گیا ہے کہ شامی اور لبنانی حکومتوں نے فرانسیسی ڈیلیگیٹ جنرل سے گفتگو منقطع کر لی ہے ۔ گفت و شنید کا مقصد دونوں ممالک کی آزادی کے ساتھ فرانسیسی مفادات کو تسلیم کرنا تھا ۔ دونوں حکومتوں نے مزید افواج کے آ جانے کے خلاف یہ بیان کرتے ہوئے احتجاج کیا کہ یہ کارروائی ان کے اقتدار اعلیٰ کا خاتمہ کرتی ہے۔

فرانسیسی حکومت یہ وضاحت کی کہ افواج لانے کا مقصد لیوانٹ کی مشرق بعید کی کارروائیوں کے لئے فوجی مرکز کا قیام اور لیوانٹ میں نظم و ضبط کی برقراری کے ذمہ دار فرانسیسی عہدہ داروں کی امداد ہے۔

سنہ ۱۹۰ میں یہ اقدام شامی اور لبنانی حکومتوں کے مرتبہ نوٹ کو برطانیہ ممالک متحدہ اور روس کے نمائندوں کے حوالے کر دیا گیا ۔ اس نوٹ میں دیگر امور کے علاوہ اس کی توضیح کی گئی ہے کہ جبکہ یورپی جنگ ختم ہو گئی ہے شام سے ساری بیرونی افواج کو ہٹایا جائے۔

بیروت ۲۹ مئی ۔ تحریک نوجوانان کے قائدین سے مشورہ کرنے کے بعد لبنانی حکومت کے فیصلے کے بموجب لبنان کی عام ہڑتال کل صبح تک ختم ہو جائے گی۔

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حادثات وقوع میں نہ آنے دیئے اور آج لبنانی حکومت کے اجلاس کے بعد جس میں فرانسیسی تجاویز کا اعتبار کیا جائے گا ۔ پرسکون فضا پیدا کرنے کے لئے یہ تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔

مسلم لیگ ہی کی تربیت گاہ ہے جو یہ کہتی ہو ۔ ان کو یہ تو سوچنا چاہئے تھا کہ ان کے اس طرز عمل کا نتیجہ وطن میں اتحاد ہی کیا ہوگا ۔ انسان کو اپنی اصلی فطرت کو ہرگز بھلانا نہ چاہئے ۔ (ہماری زبان)

ہندی ہی ہندوستان کی قومی زبان ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن اور سابق وزیر یوپی و ممبر ورکنگ کانگریس یو۔ پی مسٹر سمپورنانند جی میں اس نزاع کو ہوا دے رہے ہیں اور اردو و ہندوستانی کے خلاف سابقہ سیشن کی تقریروں اور دیگر مضامین اور مختلف بیانات میں وہ رنگ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جو کسی طرح بھی ایک کانگریسی کے لئے جائز نہیں ہو سکتا اور جس سے بلاشبہ ہندو مسلم اتحاد کو چوٹ لگی ہے۔ پس اگر یہ حضرات ہندی کی خدمت کے لئے ایسا کرنا اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں تو مہربانی فرما کر کانگریس پر رحم فرمائیں اور اس سے منسلک ہو کر مہاسبھا میں رہ کر خدمت انجام دیں۔

یہ اقتباس اس تقریر سے لیا گیا جو مولانا حفظ الرحمن صاحب نے جمعیت العلماء صوبہ بہار کے جلسے میں فرمائی جو پچھلے مہینے ضلع مونگیر یو۔ پی میں ہوا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات جن کی شکایت مولانا نے کی کانگریس کی پالیسی کے مطابق چلتے ہیں یا نہیں ۔ اگر انہوں نے دیکھا کہ اس وقت کانگریس ہی کا نام

روسی اور مغربی حلیفوں میں شک شبہ بڑھتا جارہا ہے

لندن - ۱۹ رمئی - رائٹر کے دیرینہ خارجی نامہ نگار نے روانہ کیا ہے کہ انگریزی زبان کے تین ممتاز اخبارات یعنی مانچسٹر گارڈین، یارک شائر پوسٹ اور نیوز کرانیکل نے اپنے افتتاحیوں کو روس اور مغربی حلیفوں کے درمیان بڑھتے ہوئے شبہات کے لئے وقف کردیا ہے ان تینوں اخباروں نے ایک ہی چیز کو بیان کیا ہے کہ جب کہ روس کے افعال کی اکثر و بیشتر مباحث مشکل معلوم ہوتی ہے روس کو بھی مغربی حلیفوں کے افعال پر حیرت ہوئی ہے جبکہ موخرالذکر اپنے حلیف کو اپنا نقطۂ نظر سمجھانے میں ناکام رہتے ہیں۔

مانچسٹر گارڈین نے لکھا ہے کہ یہاں اور امریکہ میں یہ رجحان پیدا ہوگیا ہے کہ روس کے غیر متوازن غیر سنجیدہ طریقوں کو بین مفاہمت کی راہ میں تکلیف دہ خلل سمجھا تصور کیا جائے یہ بات نہایت ہی آسان ہے کہ روس کو مورد الزام ٹھہرایا جائے لیکن کیا ہم اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ برطانیہ اور امریکہ دونوں ابھی ابھی حد تک روس کو ذہنی کیفیت سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکتے ہیں کیا انھوں نے بعض اوقات اس کو فراموش اور نظر انداز نہیں کیا ہے اگرچہ روسی ان کے حلیف کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں لیکن ابھی انہیں مغربی طریقوں سے سمجھنے کے لئے ایک مدت درکار ہوگی اب ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اس سے غلطی نہیں کہ روسی اس بات کو نہیں سمجھتے کہ کیوں ہم نے لندن کی پولستانی حکومت اجازت دی کہ برطانی حکومت کے مصارف سے سالہا سال تک مخالف روس ہیجان برپا کرتے رہیں جرمنی اب کلیتہً اتحادیوں کے قبضہ میں ہے اس سے متعلق کیا کرنے والے ہیں کیا روس اس بات پر زور نہیں دے رہے ہیں کہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر مشترکہ اتحادی حکمت عملی کے حوالے کئے بغیر اپنے ہی طریقے پر نظم و نسق چلائیں اور برطانیہ امریکہ و فرانس کو اپنی ہی اسکیمیں مرتب کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے فیصلہ کی ضرورت فوری ہے۔ نیوز کرانیکل نے لکھا کہ شبہ سے شبہ پیدا ہوتا ہے گزشتہ چند ایام میں مغربی حلیفوں سے روسی رجحان کے متعلق بہت سے اندیشوں کا اظہار کیا گیا ہے لیکن روس بھی کئی ایک اندیشے اور خطرات رکھتا ہے اور جرمنی میں انگریزوں کی حکمت عملی سے نہایت ہی بیزار ہے کہ جرمنی میں لیڈر جرائم کا بہت صاف اور برملا طور پر اظہار کرنا چاہئے اگر ہم روسیوں کا اعتماد حاصل کرنا چاہیں۔ یارک شائر پوسٹ کہتا ہے کہ مغربی حلیفوں کی جرمنی میں حکمت عملی سے متعلق روسی اضطراب دسپیچنی کے ساتھ ہی ساتھ ناگزیر پر عجلت سے اس کے پس پردہ بہت سی غلط بیانیوں سے انکار کرنا چاہئے اور اس کی بڑی ضرورت ہے مغربی حلیفوں کو اس بات کا اظہار کرنا چاہئے کہ وہ روسی عزائم کے ساتھ کلیتہً شریک ہیں کہ جرمن عسکریت کی تمام علامتوں کو ملیامیٹ کردیا جائے اور تمام مجرمین جنگ کو عجلت کے ساتھ سزا دی جائے۔

حکم نگرانی کفش

محکمہ رسد نے اعلان ۱۰۵ مورخہ ۱۶ر اردی بہشت ۱۳۵۴ف کے ذریعہ ایک حکم بنام نگرانی کفش ۱۳۵۴ف نافذ کیا ہے جس میں نکس ( ) ۱۰۱) اور دیگر اقسام کے مردانہ، بچکانہ اور زنانی شوز، سینڈل چپل اور دیگر اقسام کے جوتوں کی قیمتوں کا تعین کیا گیا ہے اور تمام بیوپاریوں کو پابند کیا گیا ہے کہ اپنی دوکان کے نمایاں مقام پر قیمتوں کی فہرست حسب صراحت مندرجہ ضمیمہ جات اعلان مذکور آویزاں کریں اور ہر گاہک کو اس کے معائنہ کی اجازت دیں۔

اعلان ہذا کے نفاذ سے سابقہ اعلان حکم نگرانی کفش نشان (۵۵) مورخہ ۲۲ر دے ۱۳۵۳ف منسوخ متصور ہوگا

حکم ہذا کی تفصیلات جریدہ اعلامیہ سرکار عالی مورخہ ۵ر خورداد ۱۳۵۴ف میں شائع ہوچکی ہیں۔

سر ظفر اللہ خاں کی تجویز

لندن - ۲۲ رمئی - سر محمد ظفر اللہ خان جج وفاقی عدالت ہند نے جو یہاں تعطیلات گزار رہے ہیں کل رائٹر کے نمائندے سے ملاقات کے دوران میں کہا "مارچ میں جن خطوط پر دستور سازی کی تجویز کی گئی تھی اگر انہیں خطوط پر مستقبل کے دستور کو وضع کیا جائے تو موافقت کی زیادہ اور مخالفت کی نسبت کم گنجائش ہے ان دو مہینوں میں کوئی چیز وقوع پذیر نہیں ہوئی چنانچہ میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ مجوزہ کی ان تجویزوں میں کچھ رد و بدل کروں جنہیں میں نے اس وقت پیش کیا تھا۔

سر محمد ظفر اللہ خان کی تجویز یہ تھی کہ اگر ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں ۱۹۴۶ء تک کسی سمجھوتہ پر نہ پہنچ سکیں تو ہندوستان کو درجہ نو آبادیات عطا کردینا چاہئے۔ سر ظفر اللہ خان نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "میں نے اپنی تجاویز کا صرف خاکہ پیش کیا تھا جس سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ کوئی دستور وضع و مرتب کردوں"۔ آخر میں انھوں نے بتایا کہ ملک معظم کی حکومت ہی کسی دستور کو وضع کرے گی۔ اس میں اتنی لچک ضرور ہونی چاہئے کہ بعد میں جل کر جس وقت تمام ہندوستانی سیاسی جماعتیں کسی سمجھوتہ پر پہنچ جائیں تو اس میں ترمیم و اصلاح کی گنجائش نکل آسکے۔ رائٹر

مسٹر جناح کے خلاف شرمناک اور مجرمانہ سازش

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۵)

...نے خود دیکھا ہے۔ اور گاندھی جی موقع کو خیال کر کے ...وٹ بول رہے ہیں اور یہی خود ساختہ مشہور چار اس کی نقل ...ول گا۔ دو دو سو روپیہ لے کر دیا گیا لیکن جب وہ پھر ...یا تو خط کی نقل کے دینے کے بہانے اس نے مجھ سے ایک ...رت سے روپیہ اور ادا مانگا کیا بار خط وہ تو بیچ چکا کوئی ...ہیں تھا۔

...بی مار چند روز سے اخباری حلقوں میں انگلیکن ...کر نا کہ میرے پاس تو ایسی چیز موجود ہے جس سے ...سیاسی دنیا نہیں تو کم از کم سارا ہندوستان تو ہل ہی جائے ...، مدنی کو ایک شخص میرے اخبار کے دفتر میں آگیا اور اپنے ...ب سے کہا کہ میری وہ کسی غیر تحریرات کو شائع ہو گا ...س کے بعد جب وہ غائب ہوا تو آج تک اس نے شکل ...نہیں دکھائی۔ معلوم ہوا ہے کہ اپنے دفتر سے بھی وہ... روپیہ لے گیا ہے۔

مار جولائی کے آلک جیس نال سے اس شخص سے ...ذلیل سلوطا خریدے اور لوگوں کو فریب دینے کے لئے نہ صرف ان کو اپنے اخبار میں مسلسل شائع کرتا رہا بلکہ تحریروں اور تبصروں میں اس نے قائد اعظم پر گالیوں کی بوچھار بھی کر دی۔ مدنی کو اس نے سرخی دی "دھوکہ بازی غداری اور ایک فریبی کا پتلا۔ غدار امیر چند کا ثانی جناب جناح" اور تبصروں میں لکھا تھا "جو حقیقتیں سے معلوم ہوئی ہیں حد درجہ پریشان کن ہیں۔ ان سے سامراجیوں کی کامیاب چالوں کا بھی پتہ چلتا ہے اور جناب جناح کی ذلیل پست اور شرمناک ذہنیت اور کردار اپنی پوری عریانی کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔ گاندھی جی اور ہندوستانیوں کو بے قوت بنانے کے لئے وہ ٹھگ کے کھلاڑی کی طرح بات چیت چلاتے رہے۔ غدار جناح گاندھی جی سے مصالحت نہیں کر سکا کیونکہ وہ پاکستان قائم کرنے کے خوش آئند خواب دیکھ رہا تھا۔ اسی طرح مدنی کی سرخیاں تھیں "مسٹر جناح سامراجی عناصر کی گرفت میں"...... وغیرہ وغیرہ۔

اور گندہ ذہنی کا یہ سلسلہ برابر اسی طرح جاری ہے کہاں ہماری سیاسی قومی زندگی کے اپنا اندازہ بیانئے اور کہاں یہ دشنام بازی کا "یہ افتراپردازی۔ یہ اخلاقی سود گندگی۔ جرائم پیشہ ٹھگوں اور ٹھگوں کی دنیا میں تو یہ زبان اور یہ لب ولہجہ سنا جا سکتا ہے لیکن جب صحافت بگھار ایسی شرمناک حد تک اتر آئیں تو ہندوستان کے لئے اس سے قابل افسوس بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ کلکتہ کے اخباروں نے اس خط و کتابت کو زور و شور سے شائع

اعلان

محکمہ صدر ناظم و معتمد کار عالی صیغہ رسد

نشان (۲۵۰) مورخہ ۲ خورداد ۱۳۵۴ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ۳ ضمن (۱) فقرہ (ج) دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابت ۱۳۵۲ف صدر اعظم بہادر با اجلاس باب حکومت کو حاصل ہیں بذریعہ ہذا ٹاٹا آئیل مل اور سواشک آئیل مل بمبئی ( ) کے تیار کردہ خوشبودار کھوپرے کے تیل کے تھوک اور چلر فروشی ( ) کی قیمتوں کا تعین حسب صراحت ذیل کیا جاتا ہے۔

سلسلہ نشان	صراحت شئے	قیمت تھوک فروشی سکہ عثمانیہ	قیمت چلر فروشی سکہ عثمانیہ
۱	پیاک شدہ کوکونٹ ہیر آئیل (خوشبودار) بڑی سائز	روپیہ ۳۰ آنہ ۹ پائی ۱۰ فی پیٹی جس میں سولہ سولہ اونس والے (۴۸) بوتل ہوتے ہیں	روپیہ ۲ آنہ ۹ پائی ۲ فی بوتل
۲	پیاک شدہ کوکونٹ ہیر آئیل (خوشبودار) چھوٹی سائز	روپیہ ۲۵ آنہ ۳ پائی ۶ فی پیٹی جس میں چار چار اونس والے (۹۶) بوتل ہوتے ہیں	روپیہ ۱ آنہ ۱ پائی ۳ فی بوتل

نوٹ۔ قیمت تھوک فروشی میں اخراجات حمل و نقل مرسل الیہ کے مقام تجارت تک شامل ہیں۔ فقط

منجانب صدر ناظم و معتمد رسد

سپاہ اور لیگ کو بھی جو کے گالیاں دیں۔ ظاہر ہے کہ ٹیا پرشاد کا اخبار شیلٹ ان میں سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔

پاٹل صاحب کا پینترا

اس تمام عرصے میں بمبئی کے مسٹر ایس کے پاٹل صاحب بھلا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ کمیونسٹوں اور لیگ سے انہیں بغض للّٰہی ہے اور خدا خدا کر کے انہیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا کہ مسٹر جناح بھی بے نقاب ہو جائیں اور کمیونسٹوں کی کوششوں پر بھی پانی پھیر دیا جائے چنانچہ ان حضرات نے قائد اعظم کے بیان کا انتظار کئے بغیر۔ اس کی کرایک بیان لکھا۔ اور اخباروں میں دے دیا اس میں آپ نے فرمایا اس خط و کتابت سے بہت سے پردے اٹھتے ہیں۔ اور گاندھی جناح گفتگو کے پس منظر پر نئی روشنی پڑتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس خط و کتابت کو وسیع تر پیمانہ پر اشاعت دی جائے۔ اس اشاعت کے متعلق مسٹر جناح اور مسٹر امیری کے خیالات معلوم کرنا بڑا دلچسپ ہوگا۔ اس کے علاوہ میں فی الحال اپنی رائے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ جب تک کہ اس موضوع پر کچھ معلوم نہ ہو جائے۔

ذرا دیکھئے پاٹل صاحب کن لوگوں کی صف میں کھڑے ہیں؟ جعل سازوں، ٹھگوں اور مکاروں کی؟

احمد ... پرنٹر پبلشر نے ... طبع ہو کر دفتر مملکت ... سے شائع ہوا۔